فنّ اسماء الرّجال
ائمہ حدیث کا عظیم الشّان کارنامہ
سلسلۂ اسناد
فنّ جرح وتعدیل
رواۃ
حدیث پرکھنے کے اصول
اسنادِ عالی
وضعِ حدیث
ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور جو کچھ کہ دے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

فنِّ اسماء الرِّجال

ائمہ حدیث کا عظیم الشّان کارنامہ

(یعنی)

تاریخِ رجال حدیث کی تدوین و تحقیق، کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا طریقہ، اہم و مشہور کتب رجال پر تبصرہ و تعارف

مؤلفہ

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری

پروفیسر حدیث جامعۃ الامارات (العین)

بانی و سرپرست

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور، اعظم گڈھ، یوپی

نام کتاب ——— فن اسماء الرجال ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ
مؤلف ——— ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری
کتابت و ڈیزائن ——— نور الہدیٰ مظاہری اکبرپوری
باہتمام ——— حبیب الرحمن قاسمی استاذ جامعہ ہذا
سن طباعت بار دوم ——— ۲۰۰۰
تعداد ——— تین ہزار
ناشر ——— شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڈھ
قیمت ——— پچاس روپے ۵۰
بلال آرٹ پریس (اے پی پرنٹرز)، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲

ملنے کے پتے

1. جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندرپور، اعظم گڈھ، یوپی پن ۲۷۶۳۰۲
2. مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
3. صدیقی کتاب گھر نزد چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند
4. کتب خانہ عزیزیہ، بازار جامع مسجد دہلی

ثبتٌ، ثقۃٌ، صدوقٌ وغیرہ سے اس کی عدالت کو بیان کر دیا ہے لیکن عام طور پر جب راوی کی جرح بیان کرنا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی بیان کر دیتے ہیں، جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں، لیکن جب ایک سبب جرح کے لئے کافی ہوا ہے تو دیگر اسباب سے گریز کیا ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں لا یجوز التجریح بشیئین اذا حصل بواحد[1]

الفاظ جرح و تعدیل کے مراتب

جن راویانِ حدیث نے روایت کی خدمت انجام دی ہے ان میں اپنے علم و حفظ و ضبط کے لحاظ سے باہم تفاوت ہے، بعض لوگ اعلیٰ مقام پر، بعض ان سے کمتر درجہ پر، اور بعض ایسے بھی ہیں جن سے وہم ہو جاتا تھا، یا ان کی عدالت و امانت کے باوجود ان سے سہو و خطاء کا صدور بھی بکثرت ہو جاتا تھا، اور ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ناجائز طور پر راویانِ حدیث کی صف میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے، جن کے معاملہ کو ائمہ جرح نے واضح فرمایا ہے، اس لئے ائمہ فن نے ہر درجہ کے راوی کے لئے ایک معیار مقرر کیا ہے اور اس کے لئے مخصوص الفاظ ہیں، اگرچہ جرح و تعدیل کے ساتھ ہی ان الفاظ کے استعمال کا آغاز ہو چکا تھا، مگر سب سے پہلے ان الفاظ جرح و تعدیل کو ابو محمد عبدالرحمٰن بن حاتم رازی المتوفی ۳۲۷ھ نے مرتب کر کے پیش کیا[2]

ان کے بعد کے ائمہ فن نے ان الفاظ کی تشریح یا تفریع، یا ایسے امور پر تنبیہ کی ہے جن کا تعلق اس سے کسی حیثیت سے ہے، اصول حدیث یا بعض رجال کی کتابوں میں ان کو تفصیل یا اجمال سے ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ سندی نے شرح نخبہ میں اور حافظ سخاوی نے (شرح الالفیہ[3]) میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے، چھ درجے الفاظ جرح کے اور

---

[1] و [2] فتح المغیث ص۲۲۵ [3] شرح الالفیہ ص۱۵۶، ص۱۶۰

چھ درجے الفاظ تعدیل کے ہیں، اور ہر درجہ کے لئے ایک قاعدہ کلیہ ہے ۔

مراتب الفاظ تعدیل

(۱) الفاظ تعدیل میں سب سے ارفع لفظ یہ ہے کہ کسی راوی کی توثیق ایسے لفظ سے کی جائے جس میں مبالغہ کے معنی پائے جائیں، یا افعل کے صیغہ سے اس کی تعدیل کی گئی ہو جیسے اوثق الناس اضبط الناس ، والیہ المنتھی فی التثبت، اور اسی درجہ میں لا اعرف لہ نظیرًا فی الدنیا ہے ۔

(۲) توثیق ایسی صفت کے ساتھ کی گئی ہو، جو راوی کی توثیق و عدالت پر دلالت کرے، خواہ اسی لفظ کو مکرر لایا گیا ہو، یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ ہو جیسے ثقۃ ثقۃ ، ثقۃ مأمون ، ثقۃ حافظ ۔

(۳) توثیق ایسے لفظ سے کی گئی ہو، جو راوی کی عدالت کے ساتھ اس کے ضبط کو بھی ظاہر کر رہا ہو جیسے ثبت ، متقن ، حجۃ ، امام ۔

(۴) ایسے لفظ سے راوی کی توثیق کی گئی ہو کہ اس میں ضبط و اتقان ظاہر نہ ہو رہا ہو، جیسے صدوق ، مأمون ، لا بأس بہ ۔

(۵) راوی کی توثیق ایسے لفظ سے کی گئی ہو، جو راوی کی صداقت کی طرف اشارہ کرے، مگر اس کے ضبط پر دلالت نہ کرے، یہ چوتھے مرتبہ کے قریب قریب ہے مگر اس کا درجہ اس کے بعد ہے، جیسے محلۃ الصدق ، صالح الحدیث ۔

(۶) ایسے لفظ سے توثیق کی گئی ہو کہ راوی مجروح ہونے کے قریب پہنچ جائے جیسے پانچویں درجہ کے الفاظ کے ساتھ انشاء اللہ کا اضافہ کر دیا گیا ہو، یا شیخ لیس ببعید من الصواب ، صویلح صدوق ان شاء اللہ ۔

الفاظ جرح کے مراتب

(۱) جو لفظ جرح مبالغہ پر دلالت کرے جیسے اکذب الناس ، رکن الکذب ۔

(۲) جرح کذب یا وضع کے سبب کی گئی ہو جیسے کذاب ، وضاع یہ الفاظ بھی مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کا مرتبہ پہلے درجہ کے بعد ہے ۔

(۳) ایسے لفظ سے جرح کی گئی ہو جس سے راوی کا مُتّہم بالکذب یا متّہم بالوضع ہونا معلوم ہوتا ہو جیسے متهم بالكذب ومتهم الوضع ويسرق الحديث، اسی درجہ میں یہ الفاظ بھی ہیں، هالك، متروك، ليس بثقة۔

(۴) ایسے لفظ سے جرح کی گئی ہو جو راوی کے ضعف شدید کو ظاہر کرے، جیسے رُدّ حديثهٗ، طرح حديثه، ضعيف جدا، وليس شئ، لايكتب حديثه۔

(۵) اس درجہ میں وہ تمام الفاظ داخل ہیں جو راوی کے ضعیف ہونے یا اس کے حفظ کے اضطراب پر دلالت کریں، جیسے مضطرب الحديث، لايحتج به ضعّفوه، ضعيف، له مناكير۔

(۶) راوی پر ایسے وصف کے ساتھ جرح کی گئی ہو، جو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرے، لیکن تعدیل سے بھی قریب ہو، جیسے ليس بذلك القوى، فيه ضعف، غيرهٗ أوثق منهٗ۔

ائمۂ فن کی مخصوص اصطلاحات

کتب اسماء الرجال سے استفادہ کے لئے ائمہ فن کی مخصوص اصطلاحات اور ان کے درجات کا جاننا ضروری ہے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

"ثم اصطلاحات لاشخاص ينبغى التوقيف عليها"[1]
یعنی بعض محدثین کی مخصوص اصطلاحات ہیں جن سے واقفیت ضروری ہے۔"

اس کی تفصیلی بحث کے لئے مولانا عبدالحئی لکھنوی کی کتاب "الرفع والتکمیل" کا مطالعہ نہایت مفید ہے، ہم یہاں چند باتوں کی طرف اجمالی اشارہ کر رہے ہیں۔

(۱) امام یحییٰ بن معین رح کی مخصوص اصطلاحات

میزان الاعتدال وغیرہ کتابوں میں بعض راویانِ حدیث کے

---

[1] اختصار علوم الحدیث ص۱۰۵

بارے میں ابن معین کا یہ قول نقل کیا گیا ہے " انہٗ لیس بشیٔ " اس سے کسی کو دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ ابن معین نے اس راوی پر کوئی قوی جرح کر دی ہے، بلکہ ابن معین کی یہ مخصوص اصطلاح ہے، اس سے مراد ان کی یہ ہوتی ہے کہ اس راوی کی حدیثیں قلیل ہیں[1]۔

ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ آپ کسی راوی کے بارے میں فرماتے " فلان لیس بہ بأس" " فلان ضعیف" تو اس کا کیا مطلب ہے، تو ابن معین نے جواب دیا کہ جب میں (لیس بہ بأس) کہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے اور جب (ضعیف) کہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور نہ اس کی حدیث لکھنے کے قابل ہے[2]۔

ابن معین جب کسی راوی کے بارے میں " یکتب حدیثہ " فرمائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی ضعفاء کی جماعت میں شامل ہے[3]۔

(۲) امام بخاری کے قول فیہ نظرٌ و فلانٌ سکتوا عنہ کا مطلب

امام بخاری جب کسی راوی کے حق میں " فیہ نظرٌ " و " فلانٌ سکتوا عنہ " امام صاحب کا یہ قول ان لوگوں کے حق میں ہے جن کی حدیثوں کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے[4] اسی طرح امام بخاری جب کسی راوی کے حق میں " منکر الحدیث " فرمائیں، تو ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس راوی سے روایت جائز نہیں[5] اور جب اسی لفظ کو امام احمد وغیرہ کسی راوی کے حق میں فرمائیں تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ راوی ناقابل استدلال ہے بلکہ اس کا اطلاق اس حدیث غریب پر کرتے ہیں جس کا کوئی متابع نہ ہو[6]۔

(۳) روی المناکیر و منکر الحدیث میں فرق

روی المناکیر، یروی المناکیر، و فی حدیثہ نکارۃ کے درمیان اور

---

[1] مقدمہ فتح الباری، ج ۲ ص ۱۴۲ [2] فتح المغیث ص ۱۵۹ [3] میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۳۳
[4] شرح الفیۃ الحدیث للعراقی ص ۱۱ ج ۲ [5] میزان الاعتدال طبع جدید ج ۱ ص ۲۱۲

منکر الحدیث کے درمیان فرق ہے، پہلے تینوں الفاظ میں سے اگر کوئی لفظ کسی راوی کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر قابلِ لحاظ جرح کر دی گئی اور "منکر الحدیث" اگر کسی راوی کو کہا گیا ہے تو اس سے اس پر قابلِ لحاظ جرح شمار نہ ہوگی [۱]

اسی طرح علماء متقدمین اور متاخرین کے درمیان 'ھٰذا حدیث منکر' کہنے میں فرق ہے، متقدمین اس سے راوی کا متفرد ہونا مراد لیتے تھے، اگرچہ راوی ثقہ ہو، اور متاخرین اس کا اطلاق اس روایت پر کرتے ہیں جب ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے [۲]

(۴) علامہ ذہبیؒ کی اصطلاحات "میزان الاعتدال" میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ جس راوی کے بارے میں 'میں کہوں (مجہول) اور اس قول کی نسبت کسی کی طرف نہ کروں تو جان لینا چاہئے کہ وہ ابو حاتم کا قول ہے [۳]

اور اگر میں کسی راوی کے حق میں "فیہ جہالۃ، او نکرۃ، یجھل لا یعرف یا اسی طرح کے الفاظ استعمال کروں اور قائل کو نہ لکھوں تو یہ خود میرا اپنا قول ہوتا ہے جس طرح ثقۃٌ، صدوقٌ، صالحٌ، لیّنٌ، وغیرہ الفاظ کسی کی طرف منسوب نہ ہوں تو وہ میرا قول ہے، اور میرا ہی اجتہاد ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میزان میں تمام غیر معروف رواۃ کا استیعاب نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح کے بہت سے حضرات کا ذکر کیا ہے، لیکن ابو حاتم جن رواۃ کے حق میں مجہول کہتے ہیں' ان کا استیعاب ہے [۴]

(۵) ابو حاتم کے مجہول کہنے کا مطلب ابو حاتم کے کسی راوی کو مجہول کہنے اور دیگر محدثین کے مجہول کہنے میں فرق ہے [۵]، اس

---

[۱] فتح المغیث ص۱۴۲ [۲] میزان ج۱ ص۵ [۳] میزان، ج۱ ص۹

[۴] مقدمہ فتح الباری ص۱۴۴ ج۲ ۔ [۵] ابو حاتم مجہول سے مجہول الحال ہونا مراد لیتے ہیں اور دیگر محدثین اس سے مجہول العین ہونا مراد لیتے ہیں ۔

لئے ابو حاتم اگر کسی راوی کو مجہول کہیں تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے جب تک کہ دوسرے ائمۂ نقد نے ان سے اتفاق نہ کیا ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "حکم بن عبد اللہ بصری" کو ابو حاتم نے مجہول کہا، حالانکہ وہ مجہول نہیں ہیں، ان سے چار ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور امام ذہلی نے ثقہ قرار دیا[1]

(۶) امام احمد بن حنبلؒ کی اصطلاح

حافظ ذہبی "یونس بن ابو اسحٰق عمرو السبیعی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے یونس بن اسحاق کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا "کذا وکذا" حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ استقراء کے بعد معلوم ہوا کہ اس طرح کے الفاظ میں راوی کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے[2]

(۷) ابن القطانؒ کی اصطلاح

ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک فاسی م ۶۲۸ھ "ابن القطان" سے مشہور ہیں، ان کا قول "میزان الاعتدال" میں بعض رواۃ کے حق میں نقل کیا گیا ہے، مالم یعرف لہ حال لم تثبت عدالتہ یہ ابن قطان کی خاص اصطلاح ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس راوی کے کسی معاصر امام یا شاگرد سے اس کی کوئی توثیق منقول نہیں، اگرچہ وہ راوی فی نفسہٖ ثقہ ہو[3]

(۸) یحییٰ بن سعید قطان کے ترکہٗ کہنے کا مطلب

یحییٰ بن سعید قطان کا قول اگر "تہذیب التہذیب" یا "میزان" میں کسی راوی کے بارے میں "ترکہ یحییٰ" اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ راوی ناقابل استدلال ہو گیا، امام ترمذیؒ نے "کتاب العلل" میں صراحت کی ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی متہم بالکذب نہیں، صرف اس کے حافظہ کے کمزوری کے سبب اس راوی سے روایت ترک کر دی ہے[4]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۲ [2] میزان ج ۳ ص ۳۳۹ [3] میزان ج ۱ ص ۱۹۰

[4] کتاب العلل للترمذی

(۹) محدثین کے کسی حدیث کو صحیح الاسناد کہنے کا مطلب

محدثین کرام جب کسی حدیث کے بارے میں ھذا حدیث صحیح الاسناد' یا حسن الاسناد' فرماتے ہیں، یہ ان کے حدیث صحیح یا حسن کہنے سے فروتر ہے، کیونکہ کبھی کسی حدیث کو صحیح الاسناد کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ حدیث اپنے شاذ یا معلل ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتی[1] مگر جب کسی معتمد مصنف نے "صحیح الاسناد" کہا ہے اور اس کی کوئی علت قادحہ نہیں بیان کی اور نہ ہی کوئی جرح کی، تو بظاہر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ حدیث فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ علت وجرح کا نہ ہونا ہی اصل ہے۔ بظاہر اس مصنف نے تلاش وتفتیش کے کے بعد ہی فیصلہ کیا ہوگا۔

(۱۰) کسی حدیث کے صحیح یا حسن یا ضعیف کہنے کا مطلب

جب محدثین کرام کسی حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر اسناد کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے، نفس الامر میں قطعی طور پر صحت کا فیصلہ نہیں ہے، اس لئے ثقہ راوی سے بھی خطا و نسیان کا امکان ہے، اسی طرح "حدیث ضعیف" کا مطلب بھی یہی ہے کہ حدیث میں صحت کے شرائط نہیں پائے گئے، نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ حدیث باطل ہے، اس لئے کہ جھوٹے راوی سے بھی صدق کا اور کثیر الخطأ سے صواب کا بھی امکان ہے۔

(۱۱) محدثین کرامؒ کے لایصح ولایثبت فرمانے کا مطلب

جب کسی حدیث کے بارے میں "لایصح" یا "لایثبت" کہا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عدم ثبوت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا[2] حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "حدیث کو "لایصح" کہنے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا[3]

---

[1] مقدمہ ابن صلاح ص۲۳ [2] تذکرۃ الموضوعات للقاری ص۸۲ [3] شرح الفیہ للواقی ج۱ ص۱۵

ممکن ہے وہ حدیث حسن یا حسن لغیرہ ہو[1]۔

ان اصطلاحات کا علم اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل کے طالب علم کے لئے جاننا ضروری ہے، ورنہ اس فن کی کتابوں سے استفادہ میں بہت سی غلطیوں کا امکان ہے، تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو مولانا عبد الحئیؒ لکھنوی کا رسالہ "الرفع والتکمیل" مع تعلیق عبد الفتاح ابو غدہ۔

حدیث کی تصحیح و تضعیف کا مقام

جرح و تعدیل کے جو قاعدے ضابطے اوپر بیان کئے گئے کتب اسماء الرجال سے استفادہ کے لئے ان کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ان اصولوں کی روشنی میں محدثین کرام نے جس روایت کو صحیح یا حسن ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے، اس کی علت و سبب کو معلوم کیا جا سکتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر تمام ذخیرۂ احادیث پر ہر شخص رائے زنی کرنے لگے، کیونکہ مجرد اسناد کو دیکھ کر اس دور میں حدیث کی تصحیح و تحسین دشوار ہے۔ شیخ ابن صلاح المتوفی ۶۴۳ھ نے تو علماء متاخرین کو انکی ضعفِ نظر کی بناء پر اس کی اجازت نہیں دی ہے، فرماتے ہیں:۔

فقد تعذر فی هذه الاعصار الاستقلال بادراك الصحيح بمجرد الاسانيد (الی) فقال الامر فی معرفة الصحيح و الحسن الی الاعتماد علی ما نص عليه ائمة الحديث[2]	صرف اسانید کے اعتبار پر اس زمانے میں مستقل طور سے حدیث صحیح کا ادراک دشوار ہے، اس لئے بالآخر حدیث کے صحیح و حسن کی معرفت میں ائمہ متقدمین کے فیصلہ پر اعتماد کرنا پڑے گا۔

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ اس کا دروازہ شیخ ابن صلاح اس لئے بند کرنا چاہتے

---

[1] القول المسدد ص ۳۹ [2] نتائج الافکار ص ۲۳ [3] مقدمہ ابن صلاح طبع قدیم ص ۹

ہیں کہ متاخرین میں ایسے لوگ جری نہ ہوجائیں جو ایسے نازک مباحث پر کلام کرنے کی اہلیت اور کتب حدیث کی سند و علل اور اس کے مطالب کے کشف و ایضاح کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور وہ وظائف و ذمہ داریاں نہیں ادا کرسکتے جو انکے مطالعہ و ممارست کا حق ہے [۱]

لیکن علامہ نووی نے شیخ ابن صلاح سے اختلاف کرتے ہوئے تصحیح کی اجازت دی ہے، وہ فرماتے ہیں الاظہر عندی جوازہ لمن تمکن و قویت معرفتہ [۲] میرے نزدیک ایک ایسے محدث کے لئے جو فن پر قادر ہو اور معرفت کی اس میں پوری صلاحیت ہو، تو اس کے لئے تصحیح کی اجازت ہے علامہ عراقی نے لکھا ہے کہ اسی پر محدثین کا عمل ہے [۳]

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کام نہایت دشوار و نازک ہے، امام علائی (۷۶۱ھ) علامہ ابن جوزی کی کتاب "الموضوعات" پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ موصوف نے اپنی کتاب الموضوعات میں نہایت تشدد سے کام لیا ہے .... علمائے متاخرین کے لئے کسی حدیث پر فیصلہ نہایت دشوار ہے، اس میں کلام کی گنجائش ہے، برخلاف ائمہ متقدمین کے جن کو حق تعالیٰ نے علم حدیث میں تبحر اور حفظ کی وسعت عطا فرمائی تھی، جیسے شعبہ و قطان اور ان کے صاحبزادے وغیرہ اور ان کے تلامذہ جیسے امام احمد و ابن المدینی و ابن راہویہ، اور ایک جماعت پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی اور یہ سلسلہ دارقطنی و بیہقی کے دور تک رہا۔ لم یجیٔ بعدھم مساوٍ ولا مقارب، ان کے برابر کا، یا ان کے ہم پلہ اور کوئی نہیں ہوا ....

فمتی وجدنا فی کلام احد	پس جب ہم متقدمین میں سے کسی کے
من المتقدمین الحکم بہ کان	کلام میں کسی حدیث پر فیصلہ پائیں گے

---

[۱] فتح المغیث ص ۱۷ [۲] تدریب الراوی ص ۷۹ [۳] شرح الفیۃ الحدیث للعراقی ج ۱ ص ۶۶